

رسول اکرمؐ کے سیرت نگار

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، سابق پروفیسر عربی، پنجاب یونیورسٹی

مشرق و مغرب کی اکثر علمی زبانوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک لغت درجہ اور مختلف ضخامت کی اس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں کہ حصہ و شمار سے باہر ہے۔ چنانچہ یہ صدی کی ابتداء میں جب آکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر مارگولیتھ نے ”محمدؐ اور مظهرِ لام“ کے نام سے آنحضرتؐ کے حالات پر ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی تو اس کا آغاز ان طے سے کیا۔ ”حضرت محمدؐ (صلعم) کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جس کو ختم کرنا سن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا باعث شرف ہے“ لے تصنیف و تالیف کا یہ سلسلہ جس کی طرف فیسر ممدوح نے اشارہ کیا ہے، بدستور جاری ہے، اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔ مقالہ ہذا میں دست ان عربی کتابوں کا ذکر بطور تعارف کیا جاتا ہے جو فن سیرت میں اصلی یا ثانوی مصادر کی بنیت رکھتی ہیں، اور فی زمانہ مروج و متداول ہیں، اور جن کا دینی اور تاریخی مقالوں اور لوں میں اکثر حوالہ آتا ہے۔ اس مقالہ میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مستند اور تازہ ترین لویات فراہم کی جائیں اور مطبوعہ کتابوں کے بہترین اڈیشنوں اور ان کے مستند اور متداول حجم کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے تاکہ اہل ذوق کو ان کی طرف رجوع کرنے میں آسانی ہو۔

”MOHAMMED AND THE RISE OF ISLAM“ By

D. S. MARGOLIOUTH, P. iii. LONDON, 1905.

سیرت کے مطالعہ کی ضرورت

غیر مسلموں کا سیرت نبوی کے ساتھ اعتناء بیشتر اس وجہ سے ہے کہ وہ اس جلیل القدر بانی مذہب کے حالات زندگی معلوم کرنا چاہتے ہیں، جس کی تعلیم نے دنیا میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا، اور ایک ایسی اُمت تیار کر دی، جس نے اپنے شاندار کارناموں سے جسیرہ روزگار پر اپنا نام ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیا ہے۔ مگر مسلمانوں کے لئے سیرت نبوی کا مطالعہ محض ایک علمی مشغلہ نہیں ہے بلکہ ایک اہم دینی ضرورت ہے۔ خداوند کریم نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورہ احزاب) یعنی اے ایمان والو! تمہارے لئے پیغمبر خدا کی ذات گرامی میں ایک اچھا نمونہ موجود ہے" لہذا مسلمانوں کے لئے ضروری ٹھہرے کہ وہ اس بات کو دریافت کریں کہ رسول خدا نے وہ کون سا نمونہ پیش کیا ہے جس کو قرآن کریم میں اسوہ حسنہ کہا گیا ہے۔ رسول مقبول کا اسوہ معلوم کرنے کے لئے ہمیں لامحالہ ان کی سیرت پاک کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

جو لوگ رسول خدا (صلعم) کے ہوطن اور ہم عصر تھے اور جن کو آپ سے بالمشافہ اصول اسلام سیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی، آپ کا اسوہ ان کے سامنے تھا، لیکن جب آنحضرتؐ نے اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی، تو بعد کی نسلوں کے لئے آپ کی سیرت مبارک احادیث اور روایات کی روشنی ہی میں شمع ہدایت کا کام رے سکتی تھی۔ اس دینی ضرورت کے اقتضاء سے اہل اسلام نے اپنے ہادی برحق کے احوال و اقوال کو اس احتیاط اور تفصیل سے محفوظ کر لیا ہے کہ بقول مولانا شبلیؒ "اس کی زبان کا ایک ایک حرف، اس کی حرکات و سکنات کی ایک ایک ادا اور اس کے علیہ وجود کے ایک ایک خط و خال کا عکس لے لیا ہے"۔ اور آپ کی شکل و شبہت، رفتار و گفتار، مذاق طبیعت، طرز معاشرت خورد و نوش، لباس و پوشش اور نشست و برخاست کی ایک ایک تفصیل اس طرح قلبہ کر لی ہے کہ کسی شخص کے حالات زندگی آج تک اس جامعیت اور تفصیل کے ساتھ ضبط تحریر میں نہیں آسکے۔ آنحضرتؐ کے مقابلہ میں دیگر مذاہب کے اکثر بانیوں کی تصویریں ناتمام ہیں، چنانچہ زرتشت کے متعلق آج تک یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ ایران کے

خط میں اور کس زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس بارے میں جو کچھ کتابوں میں لکھا ہوا ملتا ہے،
 علماء کا محض قیاس اور تخمینہ ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ۳۳ سالہ زندگی
 صرف آخری تین سالوں کا حال معلوم ہے جو انھوں نے یہود کی اصلاح کی کوشش میں
 رہے تھے اور جن کی کیفیت مروجہ اناجیل میں مذکور ہے۔ ان کی زندگی کا اکثر حصہ تاریکی کے
 ے میں مستور ہے۔ حتیٰ کہ ان کی پیدائش اور وفات دونوں کے متعلق مختلف مذاہب اور
 م کی روایات اور آراء میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے، جس سے ایک عام آدمی کے
 ان کی زندگی ایک چیتان بن کر رہ گئی ہے۔ اس کے برعکس بانی اسلام کی زندگی اور
 کے مشن کے ہر شعبہ کے متعلق اس قدر کثیر اور وافر مواد اور مسالہ موجود ہے جس کا سمیٹنا
 ، مورخ کے لئے بے حد مشکل کام ہے:

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو ہمایار
 گلچینِ توازن تنگی دامن گلہ دارد

برت نگاری کی ابتداء

رسولِ خدا کی ذاتِ گرامی ابتداءِ نبوت ہی سے ان کے اصحاب کی غیر معمولی توجہ کا
 زین گئی تھی، چنانچہ آنحضرتؐ کے حینِ حیات یہ دستور شروع ہو چکا تھا کہ جب ایک
 لمان کسی دوسرے مسلمان سے ملتا تو وہ اس سے آنحضرتؐ کے حالات دریافت کرتا اور وہ
 ں کے جواب میں کسی تازہ وحی یا آنحضرتؐ کے کسی تازہ فرمان کا ذکر کرتا۔ آپؐ کی وفات کے
 مدحوں جو زمانہ گزرتا گیا، آپ کے پیروؤں کے دل میں اپنے پیشوا کی ذاتِ مبارک
 ن کے اخلاق و عادات اور ان کی تعلیم و تلقین کے دریافت کرنے کا شوق بڑھتا گیا۔
 ں شوقِ جستجو سے رفتہ رفتہ روایات کا ایک وسیع ذخیرہ پیدا ہو گیا جو سینہ بسینہ منتقل
 تار ہوا۔ آخر کار جب مسلمانوں کے ہاں دوسری صدی ہجری میں تصنیف و تالیف کا رواج
 ا، تو اہل علم نے ان روایات کو قلمبند کرنا اور ان کو مضامین کے اعتبار سے مرتب کرنا شروع
 جن روایات کا تعلق عقائد و عبادات سے تھا اور جن سے فقہی احکام مستنبط ہو سکتے
 ، ان سے علمِ حدیث کی کتابیں مدون ہوئیں۔ اور ان روایات سے جن میں آنحضرتؐ

کے حالاتِ زندگی مذکور تھے۔ فنِ سیرت کا سرمایہ تیار ہوا۔ اور وہ روایات جن میں رسولِ پاکؐ کے غزوات یعنی جنگوں کے واقعات مذکور تھے، فنِ مغازی کا موضوع قرار پائیں۔ چونکہ رسولِ مقبولؐ کی زندگی میں ان کے غزوات کو تاریخی لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے، اس لئے بعض اوقات "مغازی" کا اطلاق تمام فنِ سیرت پر ہوتا ہے۔

سیرتِ نبوی کے قدیم مصادر

صحابہ کرامؓ کے عہد میں صرف قرآن مجید کے جمع و تسطیر کا اہتمام ہو سکا اور پہلی صدی ہجری میں اسلام اور بانی اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے متعلق مختلف نوع کی جو روایات مسلمانوں میں شائع ہوئیں وہ سینہ بسینہ نقل ہوتی رہیں۔ ان کو اس خیال سے قلمبند نہیں کیا گیا تھا کہ کہیں قرآن پاک کے متن کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں۔ پہلی صدی کے آخر میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ مسندِ خلافت پر بیٹھے تو آپ نے دیکھا کہ جن صحابہ کرامؓ کے سینوں میں رسولِ خدا کے ارشادات اور دیگر تاریخی روایات کا ذخیرہ محفوظ تھا وہ یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں یا ہو چکے ہیں۔ اس سے ان کو اندیشہ ہوا کہ اسلامی اخبار و روایات کے مٹنے سے کہیں سنتِ نبوی کا علم بھی نہ مٹ جائے چنانچہ ان کی فرمائش پر اسلامی روایات کی جمع و کتابت شروع ہوئی۔

رسولِ پاکؐ نے اپنی عمر عزیز کے آخری دس سال مدینہ میں گزارے تھے، اور ان کی وفات کے بعد اکثر صحابہ نے وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس لئے مدینہ ہی حدیثِ نبوی اور روایاتِ اسلامی کا سب سے پہلا مرکز قرار پایا۔ یہاں کے سب سے بڑے عالمِ امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری تھے، جنہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی فرمائش پر اسلامی روایات و آثار کی جمع و کتابت کا آغاز کیا۔ خلیفہ ممدوح کی مدتِ خلافت صرف ڈھائی سال ہے اس لئے اس مختصر عرصہ میں روایات کی تدوین کا کام مکمل نہ ہو سکا۔ لیکن ان کی تخریک سے مختلف علمی مرکروں میں روایات کو ضبط تحریر میں لانے کا کام شروع ہو گیا۔ مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی حدیث کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ لعبرہ میں امام

م زہری مکہ میں مشہور ہوئے۔ ان کا پورا نام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری قریش کے مشہور خاندان بنو زہرہ میں سے تھے، اس لئے زہری کہلائے۔ آپ تابعی تھے نے بہت سے صحابہ کرام کو بذاتِ خود دیکھا تھا، اور ان سے معلومات حاصل کی ہیں۔ ایک ایک انصاری کے گھر جاتے اور ان سے رسول کریم کے حالات اور کے بارے میں پوچھتے اور ان کو قلمبند کرتے۔ اپنی عمر کے آخری حصہ میں دمشق کے بارے سے وابستہ ہو گئے تھے اور کہا جاتا ہے کہ اموی حکمرانوں کی فرائش پر انھوں نے۔ رمغازی پر مستقل کتابیں لکھی تھیں، لیکن وہ کتابیں ہم تک نہیں پہنچیں، لیکن سند سے بہت سی متفرق روایات بعد کے مصنفین کے ہاں ملتی ہیں۔ آپ نے ۱۲۴ھ ت پائی اور حجاز میں شعب کے مقام پر مدفون ہوئے جہاں ان کی آرامی تھی۔ ری کی علمی جستجو اور ان کے درس کی وجہ سے لوگوں میں سیرت و رمغازی کا بڑا پیدا ہو گیا تھا۔ ان کے حلقہ درس سے جو باکمال لوگ اٹھے، ان میں سے دو عالموں یعنی اسحاق نے اس فن میں خاص شہرت پائی۔

یسی بن عقیقہ (متوفی ۱۷۱ھ) حضرت زبیر بن العوام کے مولیٰ میں سے تھے۔ انھوں مالک کے اخبار و روایات کے جمع کرنے میں کمال جانفشانی کا ثبوت دیا۔ یہاں تک صاحب ی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ امام مالک بن انس ان کے بڑے مداح تھے۔ اور سے کہتے تھے کہ اگر فنِ رمغازی سیکھنا ہو تو موسیٰ سے سیکھو۔ ان کی رمغازی کی بت یہ ہے کہ انھوں نے روایات کی صحت کا بڑا اہتمام کیا۔ چنانچہ آپ کم عمر اور لوگوں کی روایت نہیں لیتے تھے بلکہ ہمیشہ پختہ عمر اور پختہ فہم کے لوگوں سے حاصل کرتے تھے۔ اس احتیاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی کتاب دیگر کتبِ رمغازی سے

تید

۷

زہری کے لئے ملاحظہ کیجئے تہذیب التہذیب لابن حجر بذیل "محمد بن مسلم"

مقابلہٴ مختصر ہے۔ عقبہ کی کتاب المغازی مدت تک شائع رہی اور واقدی، ابن سعد اور طبری کی کتابوں میں اس کے اکثر حوالے ملتے ہیں، لیکن مرویایم سے آخر کار ناپید ہو گئی۔ اس وقت تک اس کا صرف ایک قطعہ ملا ہے، جسے پروفیسر زغاؤن نے جرمن ترجمہ کے ساتھ ۱۹۰۴ء میں شائع کر دیا تھا۔ ۱۷

محمد بن اسحاق

دیگر علوم کی طرح تاریخ نویسی کا آغاز بھی بنو عباس کے زلمے میں ہوا اور اس کی ابتداء سیرت نگاری سے ہوئی۔ فن سیرت میں محمد بن اسحاق مطلبی (متوفی ۱۷۵ھ) نے اس قدر شہرت پائی کہ امام فن مغازی کے نام سے مشہور ہوئے۔ محمد بن اسحاق تابعی تھے، اور مدینہ میں سکونت رکھتے تھے۔ انھوں نے متعدد صحابہ کو دیکھا تھا اور ان سے عہد رسالت کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں۔ ابن اسحاق نے مصر کا سفر اختیار کیا اور بعد ازاں بغداد گئے جہاں انھوں نے خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں باریابی حاصل کی اور اس کی خدمت میں اپنی "سیرت" پیش کی۔ علامہ بلاذری کا بیان ہے کہ ابن اسحاق نے یہ کتاب خلیفہ مذکور ہی کی فرمائش پر لکھی تھی۔ بہر حال جس زمانے میں امام مالک بن انسؒ نے علم حدیث میں اپنی مشہور عالم کتاب "موطا" تالیف کی تھی، تقریباً انہی ایام میں ابن اسحاق نے اپنی سیرت تصنیف کی۔ ابن اسحاق نے اپنی زندگی کے آخری دن بغداد ہی میں بسر کئے اور اپنی وفات کے بعد وہیں مدفون ہوئے۔

ابن اسحاق کی سیرت میں اس قدر جامعیت، تفصیل اور معلومات کی فراوانی تھی کہ اکثر اہل علم نے اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور بعد کے مورخوں اور مصنفوں نے سیرت نبوی کے بارے میں اس پر پورا پورا اعتماد کیا اور اس کو اپنا ماخذ بنایا۔ چنانچہ

۱۷
EDUARD SACHAU: DAS BERLINER FRAGMENT DES MUSA
IBN UQBA, IN SITZUNGSBERICHTE D. PREUSS. AKADEMIE
DER WISSENSCHAFTEN. BERLIN 1904, P. 449.

ری اور دیگر مورخین نے ابن اسحق سے بکثرت روایت کی ہے اور ابن خلدون نے تاریخ کے سیرت والے حصہ میں اس کا جا بجا حوالہ دیا ہے۔ عذرا کہ ابن اسحق کی اپنے فن میں ایک منفرد اور اساسی حیثیت رکھتی ہے اور بعد کے زمانے میں جس کسی رت نبوی کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے، اسے ابن اسحق کی خوش بینی کے سوا نچارہ کار نظر نہیں آیا۔

ساتویں صدی ہجری میں فارس کے حکمران ابو بکر سعد زنگی کی فرمائش پر سیرت لائق کا فارسی ترجمہ تیار ہوا تھا، جس کے قلمی نسخے پیرس کے قومی کتب خانہ الہ آباد لائبریری اور دارالعلوم دیوبند میں پائے جاتے ہیں۔

امتداد زمانہ سے ابن اسحق کی تالیف ناپید ہو گئی لیکن حال ہی میں اس کے بعض مراکومیں دریافت ہوئے ہیں، جن کو ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پیرس) ایڈٹ کر رہے ہیں۔ ان کے تازہ مراسلہ سے معلوم ہوا کہ مطبوعہ اوراق نامت ڈیڑھ سو صفحات کے قریب ہوگی۔

ت ابن ہشام

محمد بن اسحق کے بعد عبدالملک بن ہشام نحوی کا زمانہ آیا، جس کا سنہ وفات ہجری اور بعض کے نزدیک ۲۱۸ھ ہے۔ اس نے ابن اسحق کی سیرت کی تلخیص و تب کی۔ اس کے ابتدائی حصہ کا تعلق سیرت نبوی سے تھا اس لئے اسے چھوڑ دیا، مشکل اور الفاظ کے معنی لکھے۔ اشعار مندرجہ کی صحت یا عدم صحت کے متعلق اپنی رائے قلمبند۔ بعض واقعات کا اپنی طرف سے اضافہ کیا۔ ابن ہشام نے ابن اسحق کی تالیف کو جو ت دی وہ اتنی مقبول ہوئی کہ لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اصل کتاب کو فراموش چنانچہ آج کل لوگوں کے درمیان ابن اسحق کی جو کتاب متداول ہے وہ یہی ابن ہشام ہے، جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے۔

سیرت ابن ہشام کو سب سے پہلے جرمن مستشرق ویلٹن فیلڈ (WÜSTENFELD) نے
۱۷ میں گولنگن سے اصل عربی میں شائع کیا۔ ایک مدت کے بعد یہ کتاب مصر میں

سی مرتبہ سبج ہوئی۔ ان طباعتوں میں بہترین ایڈیشن وہ ہے جسے مصطفیٰ السقاء، ابراہیم ابیاری اور عبد الحفیظ ثلبی کی تصحیح و تحشیہ سے مطبع مصطفیٰ بانی حلبی نے ۱۳۵۵ھ (مطابق ۱۹۳۶ء) میں قاہرہ سے چار جلدوں میں شائع کیا۔ بہت سے مشکل الفاظ کو مشکول کرنے کے علاوہ ایڈیٹر صاحبان نے بہت سے توضیحی حواشی بھی لکھے ہیں، جو اکثر سہیلی کی شرح سے ماخوذ ہیں اور از بس مفید ہیں۔

سیرت ابن ہشام کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ پروفیسر وائل (GUSTAV WEIL) نے ۱۸۶۳ء میں اس کا جرمن ترجمہ شائع کیا تھا۔ اس کے نوے سال بعد پروفیسر الفرڈ گیوم (GILLAUME) نے اسے انگریزی کا جامہ پہنایا۔ پروفیسر مذکور کو چند ایک عرب علماء کا تعاون حاصل تھا۔ اس لئے ان کا ترجمہ اپنی صحت کے لحاظ سے قابل اعتماد ہے۔ اس انگریزی ترجمہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ فاضل مترجم نے ابن اسحق کے ان مقامات کا ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے جن کو ابن ہشام نے چھوڑ دیا تھا، لیکن وہ تاریخ طبری وغیرہ میں محفوظ ہیں۔

سیرت ابن ہشام کے چند ایک اردو تراجم بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک ترجمہ وہ ہے جسے مولوی محمد النساء اللہ ایڈیٹر اخبار وطن نے مولوی محمد حلیم انصاری کی مدد سے ۱۹۱۳ء میں مکمل کیا اور لاہور سے دو حصوں میں شائع کیا۔ یہ ترجمہ ملخص ہے۔ دوسرا اردو ترجمہ سید یحییٰ علی حسنی نظامی دہلوی نے تیار کیا اور عبدالرحیم اینڈ برادر تاجران کتب نے ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں دو حصوں میں شائع کیا۔ مترجم نے اکثر عربی اشعار بغیر ترجمہ کے چھوڑ دیئے ہیں لیکن باقی ترجمہ خاصا گوارا ہے۔ لیکن یہ ترجمہ اب نایاب ہو چکا ہے۔ تیسرا ترجمہ مولوی قطب الدین احمد محمودی کے قلم سے ہے، جو جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے اہتمام سے

THE LIFE OF MUHAMMAD: A TRANSLATION OF IBN
ISHAQUE SIRAT RASUL ALLAH, WITH AN INTRODUCTION
AND NOTES BY A GUILLAUME, OXFORD U. PRESS 1955.

واتھا۔ اس کے پہلے دو حصے ۱۹۳۶ء اور ۱۹۳۸ء میں طبع ہوئے تھے، لیکن یہ ترجمہ دکن کے انقلاب کی وجہ سے پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

سیرت ابن ہشام کی اہمیت کے پیش نظر امام ابو القاسم عبدالرحمن سہیلی نے اس شرح "الروض الالف" کے نام سے لکھی تھی، جو سلطان مراکش کے صرفہ سے مصر ۱۳۲۸ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ امام موصوف اندلس کے ضلع مالقہ میں دادی سہیلی کی بی بی میں پیدا ہوئے تھے، اس لئے سہیلی کہلائے۔ علم تفسیر، حدیث نبوی اور رجال کے ماریخ اور انساب کے بڑے ماہر تھے۔ تمام عمر تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزارنے کے حافظ اور تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ الروض الالف جیسی ضخیم شرح کی املاء چار پارچے ت میں ختم کر دی۔ چنانچہ اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ "میں نے یہ شرح ایک سو بیس کی مدد سے لکھی اور اس کی املاء محرم ۵۶۹ھ میں شروع کر کے اسی سال کے جمادی الاولیٰ م کر دی۔ میں نے اس میں ایسے علمی نکات بیان کئے ہیں جو میں نے اپنے اساتذہ سے حاصل تھے۔" لہٰذا غرض کہ اس شرح میں ایسی معلومات ملتی ہیں جو خود اصل کتاب میں نہیں آتیں۔ اسی لئے بعد کے مصنفوں نے سیرت نبوی کے سلسلہ میں سہیلی سے بہت کچھ غادہ کیا ہے۔

میں کی مؤلفات

سیرت ابن ہشام کے علاوہ متقدمین کی تالیفات میں سیرت نبوی کے سلسلہ میں ذیل کتابیں بھی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں :-
کتاب المغازی مؤلف الواقدی

محمد بن عمر واقدی (۱۳۱۰ تا ۱۳۸۰ھ) کا شمار اسلام کے اکابر مؤرخین میں ہوتا ہے۔
مکے قول کے مطابق وہ ۱۳۱۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور اپنے جد امجد واقد کے

رض الالف تالیف الامام السہیلی جزء اول صفحہ ۳ (مطبوعہ قاہرہ ۱۳۳۲ھ)

نام پر واقدی کہلائے۔ اسلامی اخبار و روایات کو جمع اور مدق کرنے میں بڑا نام پیدا کیا چنانچہ خلیفہ ہارون الرشید جب سلاطین میں حج کے لئے حجاز آیا اور مدینہ منورہ میں وارد ہوا، تو اس موقع پر واقدی ہی نے اس کی رہبری کی تھی اور اسے مدینہ کے قدیم آثار اور تاریخی مقامات دکھائے تھے۔ بعد ازاں خلیفہ المامون نے اسے بغداد کے مغربی حصہ کا قاضی مقرر کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ واقدی کو خلیفہ موصوف کا خاصا تقرب حاصل تھا کیونکہ جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا اور اس نے اپنا وصیت نامہ لکھوایا تو خلیفہ وقت کو اپنا وصی بنایا اور خلیفہ نے بذاتِ خود اس کی وصیت کا اجراء کیا۔

ابن النذیم بغدادی نے کتاب الفہرست میں اور یاقوت رومی نے معجم الادباء میں واقدی کی بیس اکیس کتابوں کے نام گنوائے ہیں جو بیشتر تاریخی نوعیت کی ہیں اور خصوصیت کے ساتھ غزواتِ نبوی اور فتوحاتِ اسلامی کے متعلق ہیں۔ ان میں ”کتاب المغازی“ ہم تک اپنی مکمل صورت میں پہنچی ہے۔ اس میں رسول کریمؐ کے غزوات کا جو بیان ہے وہ ابنِ الحَق کے بیان سے زیادہ مفصل اور مبسوط ہے۔ امام طبری اور دوسرے مؤرخوں نے واقدی کو مغازی کے بارے میں سند مانا ہے۔ اور اپنی کتابوں میں اس سے بہت سے اقتباسات لئے ہیں واقدی نے واقعات کی تاریخیں معین کرنے کا خاص التزام کیا ہے اور مستشرقین کی تحقیق یہ ہے کہ واقدی نے ملکی فتوحات اور دیگر تاریخی واقعات کے جو سنین لکھے ہیں، ان کی سُرانی تاریخوں سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔

فان کریم نے گزشتہ صدی میں واقدی کی کتاب المغازی کا جو اڈیشن کلکتہ سے شائعرایا تھا وہ ایک ناقص اور نامکمل نسخہ پر مبنی تھا۔ کتاب المغازی کا ایک مکمل، صحیح اور خوشخط نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے اور جرمن مستشرق ویلہاؤزن (WELLHAUSEN) نے کتاب کا جو جرمن ترجمہ ۱۸۸۷ء میں برلن سے شائع کیا تھا، وہ اسی نفیس نسخہ پر مبنی تھا۔

۱۔ کتاب الفہرست لابن النذیم البغدادی، مطبوعہ مصر، صفحہ ۱۴۴۔ واقدی کے لئے دیکھیے
بزوفیات الاعیان لابن خلکان جلد ثانی (مطبوعہ قاہرہ)

سٹر جونز (JONES) نے اس نسخہ کو برٹنی محنت سے ایڈٹ کر دیا ہے اور آکسفورڈ پریس نے اسے تین ضخیم جلدوں میں ۱۹۶۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ یہ سٹر جونز نے غازی کو بصورت احسن منظر عام پر لا کر تاریخ اسلام کی بیش بہا خدمت انجام دی ہے۔

کتاب الطبقات الکبیر لابن سعد

محدث بن سعد (۱۶۸ھ تا ۲۳۸ھ) واقدی کے شاگرد تھے اور اس کی تالیفات کی کتابت تھی، اسی لئے ”کتاب الواقدی“ کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ بصرہ میں پیدا ہوئے لیکن بغداد میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ انھوں نے صحابہ کرامؓ اور تابعین کے حالات میں وط کتاب لکھی جو اپنی ضخامت اور جامعیت کی بناء پر کتاب الطبقات الکبیر کہلائی۔ ائی حصہ میں خاص رسول کریمؐ کی سیرت کا بیان ہے۔ اس کے بعد صحابہ، صحابیات اور اہل حالات مندرج ہیں۔ ابتدائی حصہ یعنی ”خبار النبی“ میں ابن سعد نے اپنے استاد کتابوں سے خوب فائدہ اٹھایا ہے، تاہم بعض واقعات کے متعلق اس نے مصادر سے بھی معلومات حاصل کی ہیں، جس سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔ یہ کتاب اسلام کی پہلی دو صدیوں کے مشاہیر کے حالات میں ایک میثال تالیف سیرت نبوی کے قدیم اور نہایت قیمتی مصادر میں شمار ہوتی ہے۔

بن سعد کی اس لاجواب تالیف کو اختصار کے خیال سے ”طبقات ابن سعد بھی کہتے فیئر زخاؤ (SACHAU) نے چند دیگر جرمن فضلاء کے تعاون سے اسے آٹھ جلدوں میں شائع کر دیا تھا۔ اشاریے ان کے علاوہ ہیں۔ پہلی دو جلدیں سیرت نبوی کے لئے ہیں اور آٹھویں جلد صحابیات کے حالات میں ہے۔ چند سال ہوئے بیروت میں طبقات کا جو ایڈیشن طبع ہوا تھا وہ پروفیسر زخاؤ والے ایڈیشن کی نقل ہے۔

طبقات ابن سعد کے اکثر حصوں کا اردو ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے دارالترجمہ

KITAB AL-MAGHAZI OF AL-WAQDI, EDITED BY
J. M. B. JONES. 3 VOLS. 1200 PP. OXFORD PRESS, 1963.

کے اہتمام سے شائع ہو چکا ہے۔

(۳) "انساب الاشراف" مؤلف علامہ بلاذری

احمد بن یحییٰ البلاذری (متوفی ۲۵۷ھ) تیسری صدی ہجری کے مشہور مورخ ہیں۔ انھوں نے بغداد میں نشو و نما پائی تھی اور وہاں کے نامور علماء مثل ابن سعد اور المداہنی وغیرہ سے علم حاصل کیا تھا ان کی متعدد تالیفات میں سے دو اہم کتابیں ہم تک پہنچی ہیں: کتاب فتوح البلدان اور کتاب انساب الاشراف۔

"انساب الاشراف" عربوں کی ایک جامع تاریخ ہے، جس کی ترتیب ان کے نامور خاندانوں کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ سب سے پہلے بنو ہاشم کا بیان ہے جو رسول خدا (صلعم) کا خاندان ہے اور اس ضمن میں پوری سیرت نبوی آگئی ہے۔ اس کے بعد بنو عباس، بنو امیہ اور دیگر خاندانوں کا ذکر ہے۔ اس عہد کے دیگر مؤرخوں کی طرح بلاذری نے بھی انساب الاشراف کی تالیف میں سب سے زیادہ اختیار کیا ہے کہ مختلف عنوان قائم کر کے ان کے ذیل میں متعدد روایات کو ان کے اسناد کے ساتھ یکجا کر دیا ہے اور ان کو ایک مسلسل بیان کی صورت میں دی جیسا کہ آجکل کی تاریخی کتابوں کا دستور ہے۔

جیسا کہ ابھی مذکور ہوا، انساب الاشراف کا ابتدائی حصہ سیرت نبوی پر مشتمل ہے۔ اس میں اکثر روایات وہی ہیں جو دوسرے مورخین نے اپنے اسناد کے ساتھ بیان کی ہیں، لیکن بعض روایات ایسی بھی ہیں جو اور کہیں دیکھنے میں نہیں آئیں۔ بہر حال انساب الاشراف کا یہ ابتدائی حصہ بھی سیرت کے بنیادی مصادر میں شمار ہونے کے لائق ہے، جس کو فاضل معاصر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے ایڈٹ کر کے ایک مستقل مجلد کی صورت میں ۱۹۵۹ء میں قاہرہ سے شائع کر دیا ہے۔ یہ ایڈیشن جس کے صفحات کی تعداد ۲۲۷ ہے، استنبول کے ایک ناد قلمی نسخہ پر مبنی ہے۔

۴۔ تاریخ الرسل والملوک مؤلف امام طبری

امام محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۲۰ھ) طبرستان میں پیدا ہوئے اسی لئے طبری کہلائے ایام جوانی میں تحصیل علم کے لئے بغداد آئے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنی ساری عمر

م و تالیف میں بسر کردی۔ تاریخی روایات کے جمع و تدوین میں اپنے تمام پیشو و مؤرخین
 لے گئے، چنانچہ ان کی تاریخ اسلام کی پہلی تین صدیوں کے متعلق معلومات، ایک
 خزانہ ہے جو عربی ادب میں عدیم النظیر ہے۔ امام موصوف نے بہت سی تاریخی روایات
 مصادر سے لے کر اسناد کے ساتھ یکجا کر دیا ہے اور ان کو ترتیب زمانی کے اعتبار
 وار لکھا ہے۔ بعض اوقات ایک ہی واقعہ کو مختلف راویوں کی زبانی مختلف صورتوں
 کیا ہے۔ اس طرز تالیف سے اگرچہ سلسلہ کلام طویل ہو گیا ہے لیکن راویوں کی اور ان
 کی تنقید آسان ہو گئی ہے۔ تاریخ طبری گویا تاریخ اسلام کی ایک SOURCE - BOOK ہے۔
 انے کی دست برد سے تاریخ طبری کے اجزاء بکھر گئے تھے اور اکثر علماء اس کے مکمل
 مول سے نا امید ہو چکے تھے۔ ان حوصلہ فرسا حالات میں لائڈن یونیورسٹی کے مشہور
 ی خویے (DE GOEJE) نے اس کو مکمل طور پر شائع کرنے کے لئے کمر ہمت
 ن کے منتشر اجزاء کو مختلف کتب خانوں سے جمع کیا اور چند دیگر فضلاء کے تعاون
 سال کی مسلسل محنت کے بعد اس کا ایک شاندار اڈیشن بارہ جلدوں میں شائع کیا اور
 علاوہ مشکل الفاظ کی ایک فرہنگ بھی تیار کی جو ۵۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخ
 اُنابید ہو چکی تھی۔ مگر پروفیسر ڈی خویے کی ہمت اور علم دوستی قابل صد ستائش
 نوں نے امام طبری کی بے نظیر تاریخ کو از سر نو زندہ کیا۔ مصر میں تاریخ طبری کے
 پے ہیں، وہ اسی مغربی اڈیشن کی نقل ہیں۔ ان مصری طباعتوں میں بہترین اڈیشن
 محمد ابو الفضل ابراہیم کی تصحیح سے قاہرہ کے دارالمعارف کی طرف سے شائع ہوا
 ہے (۱۹۶۰ء)۔

یخ طبری کا جو حصہ سیرت نبوی کے متعلق ہے وہ خاصا ضخیم ہے اور جامعہ عثمانیہ
 سے اردو میں منتقل ہو کر حیدر آباد دکن میں طبع ہو چکا ہے۔ تاریخ طبری
 سیرت نبوی کے نہایت اہم مصادر میں شمار ہوتا ہے۔

تالیفات

نبوی کے متعلق متاخرین کی کتابیں بکثرت ہیں، جن کا حاجی خلیفہ نے کشف الظنون

میں ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ذیل کی کتابیں زیادہ مشہور ہیں اور زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں :-

۱۔ کتاب الشفاء بتعريف حقوق المصطفى

اس معروف اور مقبول کتاب کے مصنف قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض ہیں جو بالعموم قاضی عیاض کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ ۳۹۶ھ میں سبتہ (مراکو) کے نژاد میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم وہیں پائی۔ پھر قرطبہ چلے گئے، اور وہاں ابوالولید ابن رشتہ اور بہت سے دیگر فضلاء سے فیض حاصل کیا اور علم حدیث میں تخصص پیدا کیا۔ بعد ازاں سبتہ کے قاضی مقرر ہوئے اور داد گستری میں بڑا نام پایا۔ آپ نے تقریباً بیس کتابیں لکھی جن میں سب سے زیادہ مشہور کتاب الشفاء ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے رسول پاک کے فضائل، محاسن اخلاق اور معجزات و کرامات کو ایسے مؤثر اور دلپذیر پیرایہ میں بیان ہے، کہ ان کے ایک ایک لفظ سے رسول مقبول کے ساتھ انتہائی عقیدت اور محبت ٹپکتی ہے۔ کتاب الشفاء استنبول، قاہرہ اور ہندوستان میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے اور اس اردو ترجمہ حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی کے قلم سے ”نیشیم الریاض“ کے نام سے مطبع منشی نواز لکھنؤ کی طرف سے ۱۹۱۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔

مصر کے مشہور ادیب شہاب الدین خفاجی (متوفی ۸۶۹ھ) نے کتاب الشفاء کی ایک مبسوط شرح لکھی تھی جو ۱۲۶۶ھ میں استنبول میں چار جلدوں میں طبع ہوئی تھی۔

۲۔ عیون الآثار فی فنون المغازی والشہائل والسیر

اس کتاب کے مؤلف مصر کے مشہور عالم حافظ ابوالفتح ابن سید الناس (۶۷۱ھ - ۷۳۲ھ) ہیں۔ انھوں نے علوم اسلامیہ دینیہ میں سے حدیث نبوی میں تخصص پیدا کیا اور ایک مدت تک مدرسہ ظاہریہ میں حدیث کا درس دیتے رہے۔ مذکورہ بالا کتاب جس کا موضوع

لے قاضی عیاض کے مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو حافظ ابوالعباس المقرئ کی تالیف ”انہار الہی فی اخبار قاضی عیاض“ جو تونس میں طبع ہو چکی ہے۔

برت نبوی ہے، بڑی جامع اور متین ہے اور معتبر اور مستند روایات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے کچھ لکھا ہے، محدثین کے طریق پر سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ قاہرہ میں دو جلدوں میں ۱۳۵۶ھ بطبع ہو چکی ہے

۳۔ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد

اس کتاب کے مصنف حافظ ابن قیم الجوزیہ (۶۹۱ھ تا ۷۵۱ھ) ہیں، جو آٹھویں صدی ہجری کے ایک ممتاز عالم دین تھے اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے شاگرد رشید اور زندگی بھر کے رفیق تھے۔ کتب سیرت میں "زاد المعاد" اس لحاظ سے ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے کہ اس میں رسول پاکؐ کے حالات اور عہد رسالت کے واقعات بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہر موقع پر اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ رسول مقبولؐ کے فلاں قول یا فلاں فعل سے یا حکم مستنبط ہو سکتا ہے اور ان کے حالات اور معمولات زندگی میں ہمارے لئے کیا کچھ سامانِ وعظمت موجود ہے۔ غرض کہ اس کتاب میں امت کے سامنے رسول کریمؐ کا اسوۂ حسنہ اس روح کھول کر رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اس سے شمع ہدایت کا کام لے سکتی ہے۔

یہ قابلِ قدر کتاب اپنی غیر معمولی دلچسپی اور افادیت کی وجہ سے مصر میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کے علاوہ عہد حاضر کے ایک مصری عالم شیخ محمد البوزید نے "ہدی الرسول" کے نام سے اس کا اختصار کر دیا ہے اور اس سے ان دقیق مسائل کو نکال دیا ہے جو طبقہ علماء کے ساتھ مخصوص تھے، تاکہ عوام بھی اس مفید کتاب سے براہِ راست فیض یاب ہو سکیں مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی نے اس اختصار کا اردو میں ترجمہ کر دیا تھا جو الہلال بک انجینسی کی طرف سے ۱۹۲۴ء میں لاہور سے شائع ہوا تھا۔

۴۔ المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ تألیف القسطلانی

ابوالعباس احمد بن محمد شہاب الدین قسطلانی مصر کے ایک جلیل القدر محدث اور فقیہ تھے جو ۸۵۱ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۹۲۳ھ میں رحلت کر گئے۔ انھوں نے جمع البخاری کی تخریج "ارشاد الساری" کے نام سے لکھ کر بڑی شہرت پائی۔ ان کی دوسری اہم

کتاب "المواہب الدنیہ" فن سیرت میں ہے۔ اور بڑی مشہور اور مقبول ہے اور ضخیم
میں ۱۲۸ھ میں قاہرہ میں طبع ہو چکی ہے بلکہ

"المواہب الدنیہ" کی مقبولیت کی وجہ سے اس کی متعدد مترحیں لکھی گئی ہیں کہ
ان میں سب سے زیادہ مفصل شرح محمد بن عبدالباقی زرقانی (متوفی ۱۲۲ھ) کی ہے جو علما
حلقوں میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ زرقانی جو مصر کے ایک قرآن
ذرقان کی طرف منسوب ہیں، اپنے وقت کے ایک جید عالم اور مشہور استاد تھے۔ ان کی
سیرت نبوی کے متعلق ہر قسم کی معلومات کا ایک بے بہا گنجینہ ہے۔ فاضل شارح نے ہر وہ
اور ہر موضوع کے متعلق مختلف مصادر سے ضروری مواد یکجا کر دیا ہے، جس سے مختلف
روایات کا باہمی مقابلہ ہو سکتا ہے۔ اور تحقیق و تدقیق میں آسانی رہتی ہے۔ یہ شرح کیا۔
گویا سیرت نبوی کی ایک جامع انسائیکلو پیڈیا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اور دوسرے وسیع النفا
مصنفین نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ زرقانی کی شرح سب سے پہلے بولاق کے سرکاری مطبعہ
میں ۱۸۷۲ھ میں آٹھ ضخیم جلدوں میں طبع ہوئی۔ یہ طبع اول سب سے بہتر ہے، کیونکہ بعد
کی طباعتیں کاغذ اور چھپائی کے لحاظ سے ناقص ہوتی چلی گئی ہیں۔

۵۔ الحیسی فی احوال النفس نفیس

یہ کتاب شیخ حسین بن محمد دیار بکری (متوفی ۹۶۶ھ) کی تالیف ہے اور چونکہ پارچہ
حصوں میں منقسم ہے، اس لئے بالعموم "تاریخ الحیسی" کے نام سے مشہور ہے، اس کا
بیشتر حصہ جو ۵۰۶ صفحات پر مشتمل ہے، سیرت نبوی کے لئے وقف ہے۔ اس کی خصوصیت
یہ ہے کہ کتب سیرت کے علاوہ تفاسیر قرآن، کتب حدیث اور دیگر نوعیت کی بہت سی
کتابوں سے ماخوذ ہے جن کی تعداد ایک سو بائیس (۱۲۲) ہے اور جن کے نام مصنف نے
اپنی کتاب کی ابتداء میں لکھ دیئے ہیں۔ اس وجہ سے اس کے مضامین میں جامعیت کے ساتھ
ساتھ بڑا تنوع پیدا ہو گیا ہے۔ اور علماء نے اسے ہمیشہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے
اور اسے فن سیرت کی اہم اور مستند کتابوں میں شمار کیا ہے۔ تاریخ الحیسی کے ایک قلمی نسخہ کے

لے علامہ قسطلانی کے لئے دیکھے شذات الذہب لابن العماد بذیل ۹۲۳ھ

ہینے سے معلوم ہوا کہ دیارِ بحر کی نے اس کی تالیف سے ۱۲۹۷ھ میں فراغت پائی تھی۔
تاریخ الخمیس سب سے پہلے قاہرہ کے مطبع و مہیۃ میں ۱۲۸۳ھ میں مصطفیٰ بن محمد کی
حقیق و تصحیح سے دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں اس کا ایک اور ایڈیشن مطبع
بد الرزاق میں ۱۳۰۲ھ میں دو جلدوں میں طبع ہوا۔

۶۔ انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون

سیرت کی یہ مقبول کتاب علامہ علی بن برہان الدین حلبی (متوفی ۷۴۴ھ) کی تالیف ہے،
اس لئے اپنے مؤلف کے نام پر ”سیرت حلبیہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ جیسا کہ مؤلف نے اپنی
لیف کی ابتداء میں صراحت کر دی ہے یہ کتاب فن سیرت کی دو معروف کتابوں سے ماخوذ
ہے یعنی حافظ ابن سید الناس کی ”عیون الاثر فی فنون السیر“ اور شمس الدین شامی کی
”سبل الہدیٰ والارشاد فی سیرۃ خیر العباد“ جو عام طور پر سیرت الشامی کے نام سے
مشہور ہے۔ جہاں تک ”عیون الاثر“ کا تعلق ہے بڑی معتبر اور مستند کتاب ہے۔ لیکن اسناد
کے التزام نے اسے طویل بنا دیا ہے، لہذا علامہ حلبی نے اس سے استفادہ کرتے وقت اس
کی اسناد کو حذف کر دیا ہے۔ باقی رہی ”سیرت الشامی“ اس میں ہر قسم کی ضعیف اور مقیم
روایتیں بھی شامل ہیں، اس لئے حلبی نے ان کے بارے میں انتقاد و احتیاط سے کام لیا ہے۔
”سیرت حلبیہ“ مصر میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن ۱۳۲۷ھ میں
قاہرہ سے تین جلدوں میں شائع ہوا تھا، جس کی مجموعی ضخامت بارہ سو صفحات کے قریب
ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ دیگر کتب سیرت کے مقابلہ میں ”سیرت حلبیہ“ کافی مفصل ہے۔ اس
ضخامت اور تفصیل کی وجہ یہ ہے کہ سیرت اور مغازی کے واقعات لکھنے کے علاوہ مصنف
نے بہت سے ایسے مسائل سے بھی بحث کی ہے جن کا تعلق عقائد اور عبارات وغیرہ سے ہے
بہر حال ”سیرت حلبیہ“ اپنے فن کی مشہور اور متداول کتابوں میں سے ہے۔